Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024

Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633

Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

"Nazir Akbarabadi's Poetry, Pioneer of Indian Civilization and Culture"

نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعری ہندوستانی تہذیب وثقافت کی علمبردار

Dr. Sabina Awais
Associate Professor
Department of Urdu, Govt. College Women University Sialkot
Dr. Sajid Javed
Assistant Professor Department of Urdu, University of Sargodha

Abstract

Urdu language is originated from old Hindustani languages. Because every civilisation has strong historical, social, geographical and physiological elements which creates strong bonding among themselves. Hindu civilisation and its culture contain these properties from the very beginnings. In this Nazeer's poetry is the history of perspective, when literature is the reflection of pure Hindu nationalism. Nazeer Akbar abadi had great love for hindustan that's why his fictions showed great patriotism for each and every single particle of hindustani soil. Nazeer Akbar abadi has described in his poetry prosperity vision, cultural life and Ganga Gamti civilisation. He had great vision and love for his nation irrespective of any religious afflictions. He wrote a lot of poems about Muslim and Hindu culture religious events like "Eid, Shab-e-barat, Diwali, Holi" in an enthusiastically. Nazeer was a pure hindustani poet who always had deep association with multicultural and social norms existed in Hindustan. He tried to describe common events with great affection and got input for his poetry from such events. He was a great advocate of Hindu Muslim unity and common Hindustani civilisation. In this article we will describe the poetry of Nazeer Akbar abadi in respect of Hindu culture and civilisation.

Keywords-"Nazir Akbarabadi's Poetry, Pioneer of Indian Civilization and Culture"

دنیا کے ہر ادب میں تہذیب وثقافت کو بیان کیا گیا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اپنی ثقافت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا اور نہ ہی مستقل بنیادوں پر قائم رہ سکتا ہے۔ عموماً تہذیب سے مراد ایک خاص ذہنی ساخت لی جاتی ہے جس سے افراد کی سیرت وکردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ جب کہ عصر حاضر میں تہذیب سے مراد کسی قوم کی زندگی کے خدوخال، رسم ورواج، اُصول وضوابط اور طرزِ بود وباش ہے۔ تہذیب کو انگریزی میں کلچر (Culture) کہا جاتا ہے یہ وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے جو زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔ اس میں اخلاق وعادات، معاشرت، سیاست، قانون، لباس، خوراک، آرٹ، موسیقی، ادب، فلسفہ، مذہب، سائنس وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلامی تہذیب اور ہندو تہذیب کے باہمی تاثر کی ابتدا اُس وقت ہوئی جب مسلمان عرب حملہ آوروں کی صورت میں ۸۱۲ء میں ہندوستان میں داخل ہوئے انھوں نے سندھ اور ملتان میں اپنی حکومت قائم کی۔ اٹھارھویں صدی کے بعد وہ سمندر کے کنارے سے گجرات اور جنوبی ہند والے علاقوں میں آباد ہونے لگے۔ اس کی ایک زندہ مثال سندھی، گجراتی،

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: Shnakhat Research & Educational Institute
Review Type: Double Blind Peer Review
Area of Publication: Arts and Humanities (miscellaneous)

دراوڑی زبانوں میں عربی الفاظ کا بکثرت استعمال ہے۔اس کے علاوہ انھوں نے معاشرت، رسم و رواج، معیشت پر بھی اثرات مرتب کیے۔ جس طرح ہندو مسلم کے ثقافتی و تہذیبی اثرات زبان و ادب پر پڑے اسی طرح فکر و نظر، طور طریقے، دِین و مذہب، آداب و اخلاق، رہن سہن، رسم و رواج، علمی و ادبی، سماجی ذوق و شوق میں واضح تبدیلی آئی اس سے ملی جلی قدروں نے جنم لیا اور وہ مشترکہ ہندوستانی تہذیب کہلائی۔ مسلمان اور ہندو عرصۂ دراز تک اکٹھے رہے جس کی وجہ سے ان کے عقائد، رسم و رواج میں ایک دوسرے کا عکس واضح دِکھائی دیتا ہے اسے ''مشترکہ ہندو مسلم تہذیب'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ تہذیب کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے مختلف تحریکوں (مثلاً بھگتی تحریک) اور رجحانات نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ شعر و ادب میں کبیر نے مشترکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے گہرے روحانی احساسات و جذبات کی عکاسی کی۔ کبیر نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے تصورات و اصطلاحات سے یکساں کام لیا۔انھوں نے ذات پات اور رنگ و نسل کے امتیازات کی مخالفت کی۔انھوں نے اپنے خیالات و احساسات کو شاعری کی صورت میں پیش کیا۔

نظیرؔ اکبر آبادی کا شمار اردو ادب کے بڑے شعرا میں ہوتا ہے۔ان کا پورا نام سیّد ولی محمد تھا انھوں نے نسلی، لسانی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی امتیازات کے بغیر زندگی کے ہر رنگ، ہر مذہب کو اپنی شاعری میں پیش کیا۔ نظیرؔ اکبر آبادی کے معاصرین میں مرزا محمد رفیع سودا، میر تقی میر، شیخ قلندر بخش جرأت، انشاءاللہ خان، غلام ہمدانی مصحفی وغیرہ شامل ہیں۔ نظیرؔ کی شاعری صرف گل و بلبل، ہجر و فراق پر مشتمل نہیں بلکہ نظیرؔ نے زندگی کے ہر رنگ کو قارئین کے سامنے پیش کیا۔ان کی نظموں میں ایک تہذیبی رنگ بھی نمایاں ہے۔ نظیرؔ کے دور میں ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ باہم متحد ہو کر رہتے تھے ایک دوسرے کے تیوہاروں، میلوں ٹھیلوں میں، شادی، بارات، جنازہ وغیرہ میں بھی کشادہ دلی کے ساتھ شریک ہوتے۔ غرض مسلمانوں کے غموں اور خوشیوں میں شامل ہوتے تھے۔ نظیرؔ کی نظموں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی ملتی ہے۔ نظیرؔ فطرتاً آزاد منش انسان تھے۔ زندگی کے دیگر معاملات کے مانند آپ معاشرے میں رائج کردہ قوانین سے بے نیاز تھے۔

نظیرؔ اکبر آبادی کو ہندوستان کی مٹی سے ہندوستان کے ذرّے ذرّے سے انسانوں سے بلکہ ہندوستان کے حشرات الارض سے بھی محبت تھی۔ گبریلے، کن کھجورے، مکھی، مچھر، پسو، کھٹمل اور ہندوستان کے دیگر کیڑے مکوڑے بھی نظیرؔ کی نظر سے نہیں بچ سکتے۔ نظیرؔ نے ان تمام عناصر کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ نظیرؔ کے نظریات بھی بے نظیرؔ تھے۔ مذہبی رواداری جو ہندوستان کی قوت ہے یہاں کی ثقافتی زندگی کی دین ہے۔ گنگا جمنی تہذیب کا اثاثہ ہے۔ نظیرؔ کی دیگر خصوصیات میں بے تعصبی، کشادہ دلی، وسیع النظری، بلند پروازی و بلند نظری، وطن پرستی ایسے اوصاف ہیں جن کی جھلکیاں ان کے اشعار میں جا بہ جا دِکھائی دیتی ہیں۔

ڈاکٹر سید طلعت حسین نقوی اپنی کتاب ''نظیرؔ اکبر آبادی کی نظم نگاری'' میں لکھتے ہیں:

'' نظیرؔ کی سب سے بڑی خوبی بے تعصبی، رواداری اور وسیع النظری ہے۔ان کی وطن پرستی اور بلند نظری نے اختلافِ مذہبی کی سدِّ سکندری کو ڈھا دیا۔ نظیرؔ آگرعید، شب برات اور حضرت سلیم چشتی پر جوش اور ولولہ سے پُر نظمیں لکھتے ہیں تو ہولی، دیوالی، بابا نانک، شاہ گرو، کنہیا جی، درگا جی اور بلدیو جی وغیرہ کی ثنا و صفت میں بھی ایسی ایسی گلکاریاں کرتے ہیں کہ ناواقف اس دھوکے میں پڑ جاتا ہے کہ یہ کسی دھرماتما ہندو کے دل سے نکلے ہوئے وہ نغمے ہیں جو عقیدت وارادت، بھگتی و آرادھنا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مشکل سے کوئی مسلمان شاعر ایسا نکلے گا جس کے کلام میں ہندوؤں کے میلوں تیوہاروں، تقریبوں اور دیوی دیوتاؤں کی اس قدر جوش و

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

خروش کے ساتھ تعریف ہو جیسی نظیرؔ کے یہاں ملتی ہے۔‘‘[1]

نظیرؔ کا دور انتشار کا دور تھا۔ چند طاقت ور عناصر تو عیش و نشاط کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن فن کار اہلِ حرفہ مفلوک الحال عوام مسائل میں مبتلا تھے۔ ان مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے نظیرؔ نے عوام کو تسلیم و رضا کا درس بھی دیا۔ نظیرؔ ان ناگفتہ بہ حالات میں زندگی سے نباہ کی ایک صورت نکالتے ہیں کہ زندگی کے ہر غم اور خوشی سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ کو تسلیم کا خوگر بنا لیا جائے۔ نظیرؔ ہندوستانی عوام کی انسانی زندگی کے بہترین نقاش ہیں۔

ڈاکٹر طلعت حسین نقوی لکھتے ہیں:

> ’’ان کی شاعری کی عظمت کا راز انسانی ہمدردی میں پوشیدہ ہے۔ وہ فطرت نگاری کرتے وقت، مصوری کرتے وقت، طنز کرتے وقت، غم اور خوشی کے وقت، اپنے سامنے زندگی کا ایک آدرش رکھتے ہیں اور یہ ہے ہندوستانی عوام کی ساری زندگی۔ اُنھوں نے مناظر قدرت سے متعلق جتنی بھی نظمیں لکھی ہیں اُن سب میں انسان اور انسانی زندگی کی چہل پہل محسوس ہوتی ہے۔‘‘[2]

نظیرؔ کے دور میں ہندو اور مسلمان مل جل کر رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ مذہبی فرق ہر کسی کا ذاتی مسئلہ تھا۔ لیکن انسانیت کے ناتے ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک ہونا عزت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے نظیرؔ کی شاعری میں دونوں مذہب ہندوازم اور اسلام کی تہذیبوں اور تیوہاروں کی ترجمانی بہت خوبی سے دِکھائی دیتی ہے۔ نظیرؔ نے اپنی شاعری میں اسلامی تقریبات کا ذکر بھی کیا ہے جن کے مطالعہ سے اسلامی تہذیب اور رسم و رواج سے آگاہی ہوتی ہے۔ نظیرؔ نے اپنی نظم ’’شب برات‘‘ میں لوگوں کے طور طریقوں کو بیان کیا ہے کہ کس طرح مسلمان گھرانوں میں اس روزہ حلوہ پوری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس طرح نوجوانوں کے لڑائی جھگڑے، پٹاخے، پھلجھڑیوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس طرح نظیرؔ نے عیدالفطر پر لوگوں کی مسرت کا ذکر کیا ہے کہ ایسی خوشی نہ تو بقر عید پر ہوتی ہے نہ ہی شب برات پر جو عیدالفطر کے موقع پر لوگوں کے چہروں پر نظر آتی ہے۔ ان کی نظموں میں ایک پوری اسلامی تہذیب کی منظر کشی نظر آتی ہے۔

نظیرؔ اکبر آبادی مشترکہ ہندوستانی تہذیب کے علمبردار تھے۔ ہندو مسلم دونوں ہی مشترکہ تہذیب کے دلدادہ تھے۔ انھوں نے اپنے کلام میں جہاں حضرت علیؓ کے چالیس نام والقاب کا ذکر کیا ہے وہیں سری کشن کے نام والقاب کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جہاں نظیرؔ نے امیر حمزہ، حضرت علی، حضرت سعدی جیسی شخصیات کا محبت سے نام لیا ہے وہیں نارائن، کرشن، گنیش، ارجن، تلسی، پاربتی وغیرہ کئی ہندو دیوی دیوتاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ کی منقبت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

علی کی مدح کا پڑھنا کرامت اس کو کہتے ہیں
علی کے نام کا لینا حلاوت اس کو کہتے ہیں
علی کی حُب میں مر جانا شہادت اس کو کہتے ہیں[3]

نظیرؔ نے محولہ بالا نظمیں لکھ کر یہ درس دیا کہ اردو شاعری اعلیٰ انسانی اقدار کو برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ نظیرؔ نے جہاں حضرت سلیم چشتی کے مزار پر عقیدت و احترام کا اظہار کیا وہیں پر بابا گرونانک کی شان میں اشعار کہہ کر ہندوستانی ثقافت کو مضبوط کیا ہے۔ اس طرح اپنی نظم ’’کنہیا جی کا جنم‘‘ میں قدیم ہندو سنسکرتی کا نقشہ اور قدیم ہندوستانی رسم و رواج کو خوب صورت انداز میں

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

بیان کیا ہے اس نظم میں خواتین کی وہ رسم جو نومولود کی ولادت پر خوشی کے نغمے، اس دن ہونے والی سرگرمیوں، مشاغل خوشیوں کو منانے کا انداز، نومولود سے امیدوں اور آرزوؤں کا اظہار بڑے سادہ اور دل کش انداز میں کیا ہے۔ نظیرؔ ایک غیر متعصب انسان تھے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"ہندوستانی جذبات اس کے دل میں جوش زن ہیں اور وہ مذہبی تعصب اور فرقہ وارانہ جھگڑوں سے بالکل پاک وصاف ہیں۔"۴

نظیرؔ ایک زندہ دل شاعر ہیں جو کہیں میلے ٹھیلے کی سیر و تفریح میں مشغول ہیں کہیں ہولی کھیل رہے ہیں۔ کہیں عبیر اور گلال اُڑا رہے ہیں۔ کہیں وہ غور و فکر میں مگن ہیں۔ کہیں راہِ حق کے متلاشی ہیں۔ کہیں وہ ذکرِ رسولؐ میں مصروف ہیں۔ کہیں اُنھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یاد ستا رہی ہے۔ کہیں یہ سلیم چشتی کے گن گا رہے ہیں۔ کہیں درگا جی کے درشن میں مصروف ہیں۔ کہیں کنہیا جی کی شان میں قصیدے لکھ رہے ہیں۔ کہیں گورونانک کی محبت میں گرفتار ہیں۔ کہیں کرشن جی کے گیت گا رہے ہیں۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ جیسے نظیرؔ کا مذہب ہی محبت، امن، رواداری اور پیار ہے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"اپنے تنوع مضامین، اپنی ناصحانہ روش، اپنی وسیع النظری، اپنی ہر طبقہ کے ساتھ دل چسپی، اپنی خالص ہندوستانیت اور علی الخصوص ایک جدید رنگ کی ایجاد کے سبب سے نظیرؔ پوری طرح اس کا مستحق ہے کہ اس کو شعرائے اردو کی محفل میں ایک ممتاز جگہ دی جائے۔"۵

ہندوستان میں ہندو تیوہار "بسنت" کو باقاعدہ تیوہار کے لیے منایا جاتا ہے۔ سب عزیز و اقارب، دوستوں کے ساتھ مل کر اہتمام کرتے ہیں۔ بسنت کے موقع پر سرسوں کے رنگ کی پوشاکیں زیبِ تن کی جاتیں، عطر کے موتی کے کڑے بنوائے جاتے۔ نظیرؔ نے اپنی نظم "بسنت" میں اسے بیان کر کے ایک مکمل تہذیبی رنگ اور ہر قسم کے انداز اور لوگوں کی تقریبات کے حوالے سے تیاریوں، ان کے مزاج اور طور اطوار سب کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

مل کر صنم سے اپنے ہنگام دل کشائی
ہنس کر کہا یہ ہم نے اے جا بسنت آئی
سنتے ہی اس پری نے گل گل شگفتہ ہو کر
پوشاک زرفشانی اپنی دو ہیں رنگائی ۶

اسی طرح نظیرؔ نے ہندوؤں کے تیوہاروں پر "ہولی" کے نام سے جو نظمیں کہیں وہ ہندوؤں کی تہذیب کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں۔ ہولی کی تقریب میں ہندو ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں۔ یہ ایک رنگ رنگیلہ تہوار ہے۔ اور نظیرؔ نے اپنی نظم "ہولی" کے ذریعے اس تہوار میں منائی جانے والی خوشیوں کو اس طرح سادہ الفاظ میں نظم کیا ہے کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ بھی اس تہوار میں شریک ہے۔

ہنس کر کہا یہ ہم نے اے جا بسنت آئی
ہر آن خوشی سے آپس میں سب ہنس ہنس رنگ چھڑکتے ہیں
رخسار گلالوں سے گلگوں سے رنگ ٹپکتے ہیں
کچھ آگ اور رنگ جھمکتے ہیں کچھ مے کے جام چھلکتے ہیں
کچھ کودے ہیں کچھ اُچھلے ہیں ہنستے ہیں کچھ بکتے ہیں۷

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

اس کے علاوہ نظیرؔ کی ایک اور نظم ''دوالی'' بھی ہندوستانی تہذیب کی مکمل جھلکیاں لیے ہوئے ہے۔ نظیرؔ بتاتے ہیں کہ کس طرح دوالی کا دن سب کے لیے خوشی کا دن ہوتا ہے۔اور دیوالی کا دن بہار کے مانند ہوتا ہے جو سب کے لیے خوشیاں لے کر آتا ہے۔اس لیے تیاریاں ہوتی ہیں جو اس دور کی تہذیب کی ترجمان ہیں۔ نظیرؔ اکبر آبادی اپنے دور کی تہذیب کے معمار ہیں۔آپ نے تمام تہذیبی عناصر کو اپنی نظموں کا حصہ بنا کر ہمیشہ کے لیے امر کر دیا ہے۔ نظیرؔ نہ صرف عید، شب برات، ہولی، بسنت اور دیگر تیوہاروں پر خوشی کا اظہار کرتے تھے بلکہ ہندو مسلم کی تفریق رکھے بغیر سب کے مذہبی عقائد سے عقیدت رکھتے تھے۔عقیدت کا اظہار صرف تخیل کی حد تک نہیں ملتا، بلکہ روزمرہ کی زندگی اس کی کش مکش اس کا تضاد اس کے تجربات کی بنیاد پر ملتا ہے۔ محمد گل عباس لکھتے ہیں:

> ''ان کے کلام کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ عید صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ سماج کے ہر طبقے کا تیوہار ہے اور ہولی میں صرف ہندو ہی نہیں کھیلتے بلکہ سب لوگ اس میں شریک نظر آتے ہیں۔..... بلدیو جی کا میلہ ہو کہ کرن جی کا ان ہر نظم کے لیے جہاں دیوالی، راکھی، رسم کتھا بیان نسی اور تار درگا جی کے درشن بھیروں کی تعریف اور کنہیا جی کا جنم سب نظم کے سانچے میں ملتے ہیں۔''۸

نظیرؔ اکبر آبادی نے ہندوستانی معاشرے کے عیوب و محاسن غرض ہر رنگ کو بیان کیا۔ ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، تقریبات، لوگوں کا رہن سہن شاعری کی صورت میں بیان کیا۔ ان کی نظموں میں ہندو مسلم تیوہار ہر طرح کے انداز کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ سیّد وقار عظیم لکھتے ہیں:

> ''ہندوؤں اور مسلمانوں کے تیوہار مثلاً عید، بقر عید، ہولی، بسنت، دوالی ان کی چہل پہل اور گہما گہمی میلے ٹھیلے، ازدحام، خلائق، شور و شغب، رنگین اور زرق برق ملبوسات، موسم برسات، موسم سرما، پھل پھول، ترکاریاں، مٹی کے برتن، چھوٹے بڑے جانور اور بیسیوں ایسی چیزیں اور مشاغل، ان سب سے امن کی متخیلہ کو تحریک ہوتی ہے۔اور وہ ان کے ایسے موقع پیش کرتے ہیں جو حقیقت کی ترجمانی کرتے ہیں اور جن سے ان واقعات یا اشیا کی جیتی جاگتی، بولتی چالتی تصویریں سامنے آجاتی ہیں''۔۹

نظیرؔ نے انسانوں سے محبت کی ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نظیرؔ کی انسان دوستی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ان کی عید، شب برات، ہولی اور دیوالی جیسے تیوہاروں کے بارے میں نظمیں عوام دوستی کا مظہر ہیں۔ نظیرؔ کی ان نظموں میں تعصب سے نفرت اور انسانوں سے محبت کا موضوع عام ملتا ہے۔ نظیرؔ کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ وہ انسانی غلطیوں پر بھی مسکراتے اور چشم پوشی کرتے نظر آتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی شاعری پڑھ کر انسانیت پر یقین بڑھ جاتا ہے۔اور انسانوں سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے''۔۱۰

نظیرؔ نے ہندو اور مسلم مذہب کا توازن اپنی شاعری میں اس طرح قائم رکھا ہے کہ بڑے سے بڑا مذہبی عالم بھی ان کی شاعری یا ان کی مذہبی عقیدت پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نظیرؔ کی شاعری مذہبی تنگ نظری سے ہمیشہ دور رہی ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اس کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''نظیرؔ کی افتادِ طبع اسے کامل مذہبی سے بے تعصبی سکھاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کے تیوہاروں کو ہو بہ ہو پیش کر دیتا ہے''۔۱۱

نظیرؔ نے اپنی شاعری میں ہندوستان کے موسمی حالات ہوں یا پھلوں کا تذکرہ ہو، مقامات کی سیر ہو یا نصیحت کی باتیں، اخلاقی قدریں ہوں یا صوفیانہ انداز غرض ہر مقام پر مقامی رنگ ڈھنگ کو بیان کیا ہے۔ نظیرؔ کو ہندوستان کے ذرّے ذرّے سے محبت تھی یہاں

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

کے پھل پھول اور ترکاریوں سے محبت تھی۔ نظیرؔ کے رگ و پے میں، سانسوں میں، حرکات و سکنات میں اور تخیلات و تفکرات میں ہندوستان اور ہندوستانی ثقافت سرایت کر گئی تھی۔ نظیرؔ اسی کے متعلق سوچتے، غور و فکر کرتے اور بعد ازاں خوب صورت الفاظ کی صورت میں انھیں خیالات کو پیش کر دیتے۔اس کی ایک مثال ''آگرے کی ککڑی'' ہے۔

موسم کے تغیر و تبدل کو ہندوستانی معاشرے میں بڑی اہمیت حاصل ہے ہر موسم کے ساتھ لوگوں میں نیا جوش و خروش پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے خاص موسموں کا اظہار اپنے کلام میں کرنا ہندوستانی شعرا کا وتیرہ رہا ہے۔ نظیرؔ نے بھی اپنی نظموں میں جابجا ان موسموں کا ذکر دل فریب انداز میں کیا ہے۔اس حوالے سے نظیرؔ کی ایک مشہور نظم ''برسات کی بہاریں'' ہے۔ یہ نظم قدرتی مناظر کی بھرپور عکاسی کرتی ہے.

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھجھاوٹ قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہی یاروں برسات کی بہاریں ۱۲

اس کے علاوہ نظیرؔ نے جاڑا، اوس، گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسموں، تغیر و تبدل، راحت و اذیت، خوشی، غرض بہار و خزاں کو سادہ انداز میں بیان کیا ہے ان تمام عناصر کا بیان کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ شاعر کو فطرت سے لگاؤ ہے۔ ڈاکٹر سیّد طلعت حسین نقوی کہتے ہیں:

> ''نظیرؔ اکبر آبادی نے ہندوستان کے مخصوص موسموں اور موسمی کیفیات مثلاً برسات، جاڑا، بسنت اور اوس وغیرہ پر نظمیں لکھ کر خالص ہندوستانی شاعر ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ روز و شب کے دائمی جشن اور صبح و شام کے ہنگامی نیرنگ کے پہلو بہ پہلو جن میں آندھی اور اندھیرے، چاندنی اور سحر کے سہارے، قدرت کے نت نئے جلوے دیکھتے اور مزے لوٹتے ہیں۔ نظیرؔ موسموں کے جلوس کے نظارے کے بھی شیدائی ہیں''۔۱۳

نظیرؔ بھی عوام سے ہی تھے، عوام کا حصہ تھے اس لیے ہر عمل میں ہر تیوہار میں شریک رہے۔ آپ کی اکثر نظمیں عوام کی فرمائش پر لکھی گئیں، ان میں عید، بقر عید، ریچھ کا تماشہ، آدمی نامہ، ہنس نامہ، روٹی، بنجارہ نامہ، برسات، بہاریں، انجام، تل کے لڈو، ککڑی، تربوز، پتنگ بازی جیسے عنوانات پر طویل نظموں کا ایک سلسلہ ملتا ہے یہ عنوانات خود عوامی شاعری کی دلیل ہیں۔ ریاض صدیق لکھتے ہیں:

> ''ان نظموں میں اس عہد کی پوری ثقافتی تاریخ در آتی ہے۔ مسلمان مؤرخوں کی درسی کتابوں اور اساتذہ کے تذکروں میں برصغیر کے عوام ان کی تاریخ و تہذیب اور مسائلِ معاشرت کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے..... اردو شاعری کی تاریخ میں صرف نذیر ہی ہیں جنھوں نے اس تاریخ و تہذیب کو سمیٹ کر محفوظ کیا ہے..... کلیاتِ نظیرؔ کو برصغیر کی ثقافتی تاریخ کہا جا سکتا ہے''۔۱۴

نظیرؔ نے عوام کے مختلف مشاغل اور ان کی کاروباری زندگی کے ہر پہلو کو ابھارنے کی کوشش کی۔ نظیرؔ کی نظمیں ہندوستان کے ہر تہذیبی رنگ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ بلبلوں کی لڑائی، گلہری کا بچہ اور ریچھ کا بچہ، کبوتر بازی جیسے موضوعات پر مبنی نظمیں ہر طرح سے تہذیب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ہیں عالم بازی میں جو ممتاز کبوتر
اور شوق کے طائر سے ہیں انداز کبوتر
بھاتے ہیں بہت ہم کو یہ طنّاز کبوتر
مدت سے جو سمجھیں ہمیں ہمراز کبوتر۱۵

نظیرؔ کی شاعری میں ہندوستانی تہذیب کے اثرات نمایاں ہیں۔ انہوں نے لوگوں کے دکھ درد بانٹے، ان کے دکھوں کو شاعری میں جگہ دی۔ ہمیشہ برابری اور مساوات کا درس دیا۔ اپنے عہد کو شاعری میں سمو دیا۔ انسان دوستی کا جزبہ نظیرؔ کی نظموں میں نمایاں ہے۔ انسان اور اس کی زندگی کی کتنی اہمیت ہے اس کا احساس نظیرؔ کی نظموں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی نظم " آدمی نامہ" ان کی انسان دوستی کی دلیل ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صرف نادار اور مفلس انسان سے محبت نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ ہر انسان کے لیے محبت کے جزبات رکھتے تھے۔ ان کے یہاں انسانیت کا درد ملتا ہے۔ اور انسان کا سب سے بڑا مسئلہ روٹی کا مسئلہ ہے جس کے لیے انسان در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اس حوالے سے نظیرؔ کی نظم " روٹی کی فلاسی" ان کی مشہور نظم ہے۔

ان روٹیوں کے نور سے سب دل ہیں نور پور
آٹا نہیں ہے چھلنی سے چھن چھن گرے ہے نور
پیڑا ہر ایک اس کا ہے برفی و موتی چور
ہر گز کسی طرح نہ بجھے پیٹ کا تنور
اس آگ کو مگر یہ بجھاتی ہیں روٹیاں۱۶

نظیرؔ کے یہاں تمام تر نظمیں عوام کے حوالے سے ہی ملتی ہیں وہ جا بجا لوگوں، ان کے تیوہاروں، رہن سہن، کھانے پینے اور زندگی کے مسائل کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:

> "نظیرؔ ہر اعتبار سے عوامی شاعر ہیں کہ انھوں نے یہاں عوام کی نذر و نیاز اور پھول چڑھانے کی ان رسموں کا بھی ذکر کر دیا ہے جن کا مذہب میں جواز ہو یا نہ ہو عوام کے عقیدے میں دخل ضرور تھا"۔۱۷

نظیرؔ اکبر آبادی نے ہندوستانی معاشرے کی، ہندوستانی باشندوں کی زندگیوں کی ترجمانی کی اور ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جو دیگر ہم عصر شعرا کے کلام میں یا تو سرے سے موجود ہی نہیں یا بہت کم ہے۔ درحقیقت نظیرؔ ایک عوامی شاعر ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری کا تعلق عوام، عوامی زندگی سے مضبوط کیا۔ انھوں نے ہر چیز کو عوام کے نقطۂ نظر سے سوچا، دیکھا، پرکھا اور برتا۔ انھوں نے عوام کو کبھی نظرانداز نہیں کیا۔ انھوں نے عوام، عوامی زندگی کی عکاسی کی عوامی زندگی کی خوشیوں، غموں، بہاروں، خزاؤں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا تو عوام نے بھی انھیں زندہ رکھا۔ سنبل نگار لکھتی ہیں:

> "ایک زمانے تک تو نظیرؔ کے کلام کو قابل التفات ہی نہ سمجھا گیا اور جب ادھر توجہ ہوئی تو اہلِ نظر ایک غلط فہمی کا شکار ہو گئے، نظیرؔ نے عوام اور ان کی زندگی کے متعلق عوامی زبان میں بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ اس لیے انھیں عوام کا شاعر کہا گیا۔ لیکن ان کے کلیات کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے خواص کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ ان کی شاعری کا ایک حصہ فارسی آمیز زبان میں ہے پورے شعری آداب کے ساتھ تعلیم یافتہ خواص کے ادبی ذوق کی تسکین کا سامان اپنے پہلو میں رکھتا ہے اس لیے وہ عوام اور خواص دونوں کے شاعر ہیں"۔۱۸

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024

Online ISSN : 2709-7641 Print ISSN 2709-7633

Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

نظیرؔ اکبر آبادی کو ہندوستانی عوام سے بہت محبت تھی ان کی نظمیں ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب کی بھی ترجمانی کرتی ہیں۔ابو سعید نورالدین لکھتے ہیں:

> ''نظیرؔ کے کلام کی ایک اور خصوصیت مقامی رنگ کی آمیزش ہے۔ان کے ہاں برصغیر کے رسم و رواج، مناظر اور مشاہیر کا کثرت سے تذکرہ ملتا ہے''۔۱۹

اقتصادی مسئلہ حیاتِ انسانی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ نظیرؔ نے اپنی نظموں میں اقتصادیات کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اقتصادی بدحالی کے شکار عوام اپنی زندگی کے تلخ ایام گزار رہے ہیں۔ مفلسی اور تنگ دستی نے ان کے ننگ و ناموس، عزت و حرمت اور شرافت کو برقرار نہیں رہنے دیا اپنی نظم ''مفلسی'' میں مفلسی کی دل خراش تصویر پیش کرنے کے بعد اپنی کیفیات کو حساس الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ نظیرؔ ایک مبصر اور معلم کی حیثیت سے معاشرے کے معائب و محاسن کو من و عن پیش کرتے ہیں۔ انھیں بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ ناصحانہ انداز قاری کو ناگوار نہ گذرے تو وہ خود بھی اسی صف میں شامل ہو جاتے ہیں کہ قارئین کو احساس نہ ہو کہ نظیرؔ بھی مبلغ اخلاق ہے۔

نظیرؔ کی نظموں میں کیفیات، میلے ٹھیلے غرض عوامی معاشرت کے کوائف کا تفصیلی ذکر ان کی نظموں میں موجود ہے۔ نظیرؔ اس نظریے کے قائل تھے کہ ہندوستان کی رونق اور دل کشی عوام کے دم سے ہے اس لیے نظیرؔ نے اپنی نظموں میں ہندوستانی فضا اور ہندوستانی عوام کی زندگی کو اس طرح پیش کیا کہ ان کی زندگی کے تمام نشیب و فراز ہماری نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔ان نظموں میں شہر کی رونق، بازاروں اور خانقاہوں کے مجمعے، عوام کی چیخ و پکار، چہل پہل، عوام کی عیاشیوں کا بیان دل چسپ انداز میں ملتا ہے۔

نظیرؔ کی شاعری انسان دوستی اور تہذیب و تمدن کا مرقع ہے۔ نظیرؔ پر ناقدین کا ایک اعتراض تھا کہ نظیرؔ عام زبان میں شاعری کرتے ہیں اور بازاری لوگوں کا دل خوش کرتے ہیں۔ ناصر سلطان کاظمی رقم طراز ہیں:

> ''ان کی شاعری کے عام موضوعات پیرایۂ اظہار اس تہذیب کے اثرات اور یہاں کے مقامی رنگ لیے ہوئے ہیں۔اور اس میں شک نہیں کہ نظیرؔ اکبر آبادی اردو کا پہلا باقاعدہ عوامی شاعر ہے۔ان کی بعض نظمیں مثلاً بنجارہ، آدمی نامہ، شب برات، روضہ تاج گنج، بچپن وغیرہ ہماری لوک شاعری کا حصہ بن چکی ہے''۔۲۰

کلیاتِ نظیرؔ اسلوبیاتی اور لسانی حوالے سے بھی قابل تحسین ہے۔ لیکن جمالیاتی تناظر میں بھی نظیرؔ کی شاعری بے حد وسیع ہے۔ نظیرؔ کی شاعری کی تہذیب، عجمی اور مغل تہذیب تک محدود ہے۔ ریاض صدیقی رقم طراز ہیں:

> ''ان کے عقائد کی روایات اور ثقافتی صورتیں مختلف رنگ زاویے پیش کرتے ہیں۔ان کی زمین اور موسم مختلف ہیں۔ لیکن یہ تمام اختلافات اجتماعی سطح پر ایک ایسی وحدت کا رنگ بھی پیش کرتے ہیں جو خوب صورت مشرق کا رنگ ہے۔ کلیاتِ نظیرؔ اسی رنگ سے مالا مال ہے''۔۲۱

نظیرؔ نے انسانی معاشرے اُس کی متنوع دل چسپیوں اور برِّصغیر پاک و ہند کی ثقافتی رعنائی کو اپنی نظموں میں کامیابی سے پیش کیا اور میلوں ٹھیلوں کی تمثالوں کے ذریعے یہ پیغام دیا کہ زندگی کی رونقیں صرف اسی صورت میں ممکن ہیں جب انسان امتیازات، تفرقات کو ختم کر کے مساوات پر مبنی نظامِ حیات کو فروغ دیں۔ وہ اپنی شاعری میں یہ درس دیتے ہوئے ایک ایسے انسان کی تلاش میں ہے جو مذہب و ملت کے مصنوعی تصورات سے ماورا ہے۔ نظیرؔ نے اپنی نظموں میں طبقاتی تفریق کی تردید کی ہے۔ وہ ہر مذہب و عقیدے

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024

Online ISSN : 2709-7641 Print ISSN 2709-7633

Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**

Review Type: **Double Blind Peer Review**

Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

سے تعلق رکھنے والے انسان سے بہ حیثیت انسان محبت کرتے ہیں۔ کیوں کہ انسان عظیم ہے اور اس کی عظمت کے سامنے طبقات کی تفریق مناسب نہیں۔ نظیرؔ نے مذکورہ احساس کی جھلکیوں کی تصویر کشی عمدگی سے کی ہے۔ اس کا احساس ان کی نظم ''آدمی نامہ'' سے بطورِ خاص ہوتا ہے، جس میں فلسفہ فنا بیان کیا گیا ہے۔ نظیرؔ نے موت کو فنا کے معنوں میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مساوات کا استعارہ بھی قرار دیا ہے۔ نظیرؔ نے اپنے خیالات کو مقامی زبان میں اور ثقافتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ نظیرؔ کی نظموں میں طلسمِ زندگی، فنا، انسان خاک کا پتلا ہے بعد از فنا، سفر آخرت کی تیاری اور بنجارہ، جہاں انسان کے اندر فنا کے ادراک کو روشن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ثقافتی رنگ بھی نمایاں ہے۔

طبقاتی تفریق کے سلسلے میں نظیرؔ کی نظم ''آدمی نامہ'' قابلِ ذکر ہے۔ طبقاتی تقسیم و تفریق کی تردید کے ساتھ ساتھ نظیرؔ نے تلاشِ فرد کے عمل میں انسان کی مذہبی تقسیم کی بھی تحسین نہیں کی وہ اپنی منظومات میں وسیع المشربی کو فروغ دیتے ہیں۔ نظیرؔ کی نظمیں اتحادِ نوعِ انسانی کے لیے ایک پائیدار بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ نظیرؔ کی نظموں کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت داتا گنج بخش کو ''گرو'' کہہ کر پکارتے ہیں اور بابا نانک کو ''شاہ'' کہہ کر۔ وہ جہاں اسلامی تیوہاروں پر نظمیں لکھتے ہیں وہاں دیگر مذاہب کی رسوم و روایات اور ثقافتی و مذہبی تیوہاروں کی بھی مدح خوانی کرتے ہیں۔

> ''ہندوستانی تہذیب کی روح جس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی رچے ہوئے ہیں ان کی روح میں سمائی ہوئی تھی۔ ان کی شاعری میں اسی لیے مذہب کے پیشواؤں کی روح موجود ہے''۔ ۲۲

نظیرؔ کی نظموں میں فکری اختلافات کو ہوا دینے کے بجائے اصل حیات تک پہنچنے کا پیغام ہے۔ یہ اصل حیات خود وجودِ انسانی ہے اور انسان کو ایک ایسا گلِ قرار دیتے ہیں جس کے اندر پورے گلزار کی بہار موجود ہے۔ انسان اپنے وجود کی اس چھوٹی سی کائنات میں اپنے رب کو اسی صورت میں دیکھ سکتا ہے جب اس کا آئینۂ دل صاف و شفاف ہو گا۔

نظیرؔ نے اپنی نظموں میں برِّصغیر پاک و ہند کے معاشرے کی تصویر کشی تہذیبی و ثقافتی تمثالوں کے ذریعے کی ہے اور اجتماعی تصویر کشی کرنے کے لیے ایک ایسے فرد کی تصویر کو اُبھارا ہے جو مذہبی منافرت اور طبقاتی امتیاز کے رنگ سے پاک ہو دنیا سے لطف اندوز ہونا جانتا ہو جو کائنات کی رعنائیوں پر فریفتہ ہو جس میں رذائل اخلاق نہ ہو۔ نظیرؔ اگرچہ بھرپور طریقے سے زندگی گزارنے کے قائل ہیں۔ منظوماتِ نظیرؔ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ نظیرؔ انبساطِ حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں مگر مذمتِ دنیا بھی کرتے ہیں۔ ان کی تخلیقات میں فنائے زندگی پر ایک پورا سلسلہ منظومات موجود ہے۔ لٰہذا وہ تربیتِ نفس اور تسلیم و رضا کا پیغام بھی دیتے ہیں۔ نظیرؔ ایک ایسے انسان کے ظہور کا خواب دیکھتے ہیں جو ہوسِ دنیا میں مبتلا ہونے کے بجائے اپنی ذات کے تخلیقی جوہر پر ایسا اعتماد کرتا ہے کہ اسے اپنا آپ ایک کلِ کائنات نظر آئے جو بظاہر تنہا ہو کہیں اس کے اندر ایک دنیا آباد ہو جو گلزارِ ہست و بود کے گل و برگ کی خواہش کرنے کے بجائے اپنے جوہرِ تخلیق کی بنیاد پر خود ایک چمنستان بن جائے اور اُس کی خوش بو سے دیگر افراد معطر ہوں جو زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہو اور روشنی کی کرنیں اس جہانِ فانی میں بکھیرتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہو۔ نظیرؔ نے اپنی انفرادی خواہشات کو نہایت دل کش انداز سے پیش کیا ہے۔

نظیرؔ موقع محل کی مناسبت سے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ سامع پر اس کا خاص اثر ہو اور قاری لطف و انبساط یا خوف و ہراس کی تمام کیفیات الفاظ کی صورت میں محسوس کر سکے۔ نظیرؔ عوام کے تلفظ کے مطابق مقامی الفاظ استعمال کرتے ہیں کیونکہ انھوں

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

نے انسان، فطرت اور انسانی زندگی کا غائر مطالعہ کیا پھر اسے جزئیات کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا۔ نظیرؔ نے اپنی شاعری کے لیے ایسے موضوعات اور الفاظ کا انتخاب کیا جسے مشاہیرِ شعرا نے قابلِ توجہ نہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ نظیرؔ نے ایسے ہی الفاظ اور طبقہ کو اپنے اشعار میں جگہ دی۔ اور دنیا پر واضح کیا کہ ان میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جن کو ظاہر بین نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

''نظیرؔ زبان کو سیّال صورت میں استعمال کرتا ہے۔ ہندی اور فارسی الفاظ کے بلا کم و کاست پیوند لگاتا ہے۔ عطف و اضافت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتا..... چناں چہ نظیرؔ کے ہاں.....ایک ایسی زبان ضرور نظر آتی ہے جس میں زندگی کا تحرک اور ترنم موجود ہے''۲۳

نظیرؔ کی شاعری ایک بڑے خطۂ ارضی کے لوگوں کی عکاس ہے۔ نظیرؔ کی شاعری میں ہم عصرِ حاضر میں بھی ہندوستانی تہذیب و ثقافت کی مکمل تصویر دیکھ سکتے ہیں علاوہ ازیں ہندوستانی عوام کے جذبات و محسوسات بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعری میں اسلامی تہذیب اور انسانی قدروں کے کھو جانے کے سب سے بڑے نوحہ خواں ہے۔ نظیرؔ زندگی کے ہر میلے میں ایک مبصّر کے روپ میں شریک ہوئے۔ انھوں نے اپنے گردوپیش کی چیزوں کا گہرا مشاہدہ کر کے اپنی شاعری میں پیش کیا۔

نظیرؔ اکبر آبادی کے کلیات میں عامۃ الناس کی زندگی کے متنوع کردار بکھرے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں ان کا کلیات اگرچہ برس ہا برس بے بصیرتی کی دُھند میں گم رہا لیکن

'' آج اردو کے اہم ترین ناقدین نظیرؔ کو اردو کا چاسر قرار دیتے ہوئے اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ جدید اردو نظم پر جب بھی بات کی جائے گی نظیرؔ اکبر آبادی کا نام اس کے ماتھے پر نقشِ اوّل کی طرح جگمگاتا رہے گا۔ نظیرؔ نے انسانی فطرت اور زندگی کے جتنے گوشے اپنی شاعری میں بے نقاب کیے ہیں شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر نے کیے ہوں''۔۲۴

ان کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ یہ مناظر قاری کے دل پر نقش کر جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہندوستانی ثقافت کا گہرا عکس ملتا ہے مثلاً ان کے کلیات میں انسانی خوابوں کا طلسم بھی ہے اور عاشق و محبوب کی باتیں بھی، میلوں ٹھیلوں، تیوہاروں کے ہنگامے بھی ہیں، دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ بھی، روٹی اور پیٹ کی فلاسفی بھی ہے۔ مذہب اور عقائد کی اثر انگیزی بھی، بزرگوں کے قصے بھی ہیں اور نوجوانوں کے عہدِ شباب پر مبنی معاملات بھی۔ شہر آشوب کی تفصیلات بھی ہیں اور اپنے حب الوطنی کے جذبات بھی۔ غرض نظیرؔ نے انسان، انسانی معاملات کو اپنی نظموں کا محور قرار دیا۔

''جب وہ اپنی شاعری کے پیکر میں زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں تو ان کے پیشِ نظر صرف انسانی فطرت، انسانی رویے اور انسانی طبقات ہی ہوتے ہیں اور انسانی فطرت کی آئینہ داری کرتے ہوئے و سماجی حقیقت نگاری کا روپ دھار لیتے ہیں اسی طرح اُن کی شاعری انفرادیت سے اجتماعیت اور اجتماعیت سے انفرادیت کی طرف متوازی سفر کرتی ہے اور انسانی فطرت کا ایک ایسا نگار خانہ بن جاتی ہے جو نظیرؔ ہی کے عہد کا نہیں بل کہ ہر عہد کے انسان کا ایسا عکس پیش کرتا ہے جو مدہم نہیں ہوتا۔ نظیرؔ کی نظمیں آدمی نامہ، خوشامد نامہ، مفلسی کی فلاسفی روٹی نامہ، پیٹ کی فلاسفی اور دیگر کئی نظمیں آفاقیت سے متصف ہیں''۔۲۵

نظیرؔ نے جزئیات نگاری پر بھی بہت توجہ دی۔ نظیرؔ کی خارج کو دیکھنے کی صلاحیت بہت اعلیٰ تھی وہ جس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں اس کی جزئیات کو ہنرمندی کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ نظیرؔ نے بہت طویل نظمیں بھی کہی ہیں۔ مثلاً ''برسات کی بہاریں'' نظم چوہتر بند پر محیط ہے۔ نظیرؔ نہایت روانی سے اپنے جذبات قلم بند کرتے چلے جاتے ہیں اور قاری نہایت دل چسپی سے

Shnakhat
VOL- 3, ISSUE- 4, 2024
Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633
Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

برسات کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظر انسانی سماج پر گہری ہے اس کے علاوہ نظیرؔ کا قلم لفظوں کے بے مثال زرخیزی کا حامل ہے۔ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں اس لیے قاری بے زار بھی نہیں ہوتا اور نظموں میں جزئیات اور عمدہ منظر کشی کی وجہ سے پھیکے پن کا شائبہ بھی نہیں گذرتا۔ نظیرؔ نے مناظر قدرت میں سے صرف ''برسات'' پر مشتمل چھے نظمیں لکھیں جن میں ''برسات کا تماشا''، ''برسات کی بہاریں''، ''برسات اور پھسلن''، ''برسات کی اُمس''، ''برسات کا لطف''، ''جاڑے کی بہاریں''۔ حیات و کائنات کے مطالعے اور ہندوستانی تہذیب و ثقافت میں بھی ان کی شاعری میں تدبر و تفکر کا گہرا احساس ملتا ہے جس نے اکیسویں صدی کے انسان کو زمان و مکان کی وسعتوں کا احساس دلایا۔ نظیرؔ اکبرآبادی فطرتِ انسانی کے غواص تھے اور انسانی فطرت کی یہ آئینہ داری ان کی شاعری میں انفرادی سطح پر بھی موجود ہے اور اجتماعی سطح پر اس کا پرچار اشعار کی صورت میں کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ نظیرؔ اکبرآبادی کی شاعری کا بیش تر حصہ ہندوستانی تہذیب و ثقافت پر مبنی ہے۔ انھوں نے اردو شاعری میں ہندوستانی عناصر، رواداری اور ہر مذہب کی پاسداری کو بیان کیا ہے۔ نظیرؔ ہندوستان اور ہندوستانی معاشرے کی رگ رگ سے واقف تھے انھیں نبّاضِ ہند بھی کہا گیا ہے۔

حواشی:

1. ڈاکٹر طلعت حسین نقوی، ''نظیرؔ اکبرآبادی کی نظم نگاری''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۹۶۔
2. ایضاً، ص ۱۱۲۔
3. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیرؔ''، مرتبہ مولانا عبدالباری آسی، مکتبۂ شعر و ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء ص ۳۸۵۔
4. رام بابو سکسینہ، ''تاریخِ ادبِ اردو''، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ص ۳۵۱۔
5. ایضاً۔
6. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیرؔ''، مرتبہ مولانا عبدالباری آسی، مکتبۂ شعر و ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۴۲۴۔
7. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیر''، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۳، ص ۴۲۵۔
8. محمد گل عباس اعوان، ڈاکٹر، ''اردو میں انسان دوستی''، عثمان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۵۔
9. وقار عظیم سیّد، تاریخ، ''ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، ساتویں جلد، (اردو ادب دوم) ۱۸۰۷ء تا ۱۸۰۳ء، پنجاب یونی ورسٹی، ص ۰۸۔
10. نجیب جمال، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کی تہذیب (امیر خسرو سے مرزا غالب تک)''، بہاول پور، جزیرہ تحریر، ۲۰۰۷ء، ص ۹۲۔
11. محمد زکریا، ڈاکٹر، ''نئے پرانے خیالات''، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۲۵۔
12. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیر''، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۳، ص ۵۰۴۔
13. سیّد طلعت حسین، ڈاکٹر، ''نظیرؔ اکبرآبادی کی نظم نگاری''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۱۲۔
14. ریاض صدیقی، ''جب لاد چلے گا بنجارہ''، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۴۱، ۴۲۔
15. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیرؔ''، مرتبہ مولانا عبدالباری آسی، مکتبۂ شعر و ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۴۷۲۔
16. نظیرؔ اکبرآبادی، ''کلیاتِ نظیر''، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۳، ص ۵۹۴۔
17. ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، ''نظیرؔ اکبرآبادی کا عہد اور شاعری''، اردو مرکز، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۴۷۔
18. سنبل نگار، ''اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ''، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۸ء، ص ۲۲۲۔

Shnakhat VOL- 3, ISSUE- 4, 2024

Online ISSN : 2709-7641
Print ISSN 2709-7633

Name of Publisher: **Shnakhat Research & Educational Institute**
Review Type: **Double Blind Peer Review**
Area of Publication: **Arts and Humanities (miscellaneous)**

19. نورالدین،ابوسعید، ''تاریخِ ادبیاتِ اردو''، جلد دوم، ص۵۸۶۔
20. ناصر سلطان کاظمی، ''انتخاب نظیرؔ''، جہانگیر بک ڈپو، لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۔
21. ریاض صدیقی، ''جب لاد چلے گا بنجارہ''، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۴۳۔
22. ایضاً، صفحہ ۶۷۔
23. ڈاکٹر انور سدید، ''اردو ادب کی تحریکیں''، انجمنِ ترقیِ اردو پاکستان، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۳، ۲۲۲۔
24. ڈاکٹر رخسانہ صبا، ''طویل نظمیں اور جمیل الدین عالی کی نظم انسان کا تجزیاتی مطالعہ''، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص ۱۳۵۔
25. ایضاً، ص ۱۳۷۔